4 کتابوں میں سے انتخاب

ساحر لدھیانوی

اُردو کے مقبول ترین شاعر

منتخب گیت، غزلیں اور نظمیں

انتخاب: وقار عزیز

- تلخیاں
- کبھی کبھی
- آؤ کہ کوئی خواب بُنیں
- گاتا جائے بنجارا

ایشیا
بکس
راولپنڈی

اُردو کے مقبول ترین شاعر

ساحر لدھیانوی

کی خوبصورت شاعری کا انتخاب

گیت، غزلیں اور نظمیں

انتخاب : وقار عزیز

ایشیا بکس

پوسٹ بکس نمبر ۵۵۴

راولپنڈی

انتخاب، ترتیب اور کتابت کے جملہ حقوق بحق ناشر دائمی طور پر محفوظ ہیں

پہلی بار — 1995ء

موجودہ ایڈیشن

کمپوزنگ — وطن پبلی کیشنز راولپنڈی

طابع — محمود برادرز پرنٹرز - راولپنڈی

دنیا نے تجربات و حوادث کی شکل میں
جو کچھ مجھے دیا ہے وہ لوٹا رہا ہوں میں
------ ساحر لدھیانوی

ساحر لدھیانوی ایک ایسا ترقی پسند شاعر ہے جس نے غریبوں سے ہمدردی کے نعرے کو فیشن کے طور پر نہیں اپنایا بلکہ غربت و افلاس اور محرومیوں کے دکھ کو روح کی گہرائیوں سے محسوس کیا ہے۔ ساحر ایک امیر جاگیردار گھرانے میں پیدا ہوا لیکن ماں اور باپ کے باہمی اختلافات کی وجہ سے وہ اپنے باپ کی دولت سے فیض یاب نہ ہو سکا۔ اس نے زندگی کا ایک بڑا حصہ مشکلات اور مصائب کے سائے میں گزارا اور یوں اس نے زندگی کو اس کی تمام تر تلخیوں کے ساتھ بہت قریب سے دیکھا۔ اس مشاہدے نے ساحر شاعری میں گہرائی اور وسعت پیدا کی۔ یہی وجہ ہے کہ رومان کے ساتھ اس کی شاعری میں گہرا سیاسی شعور بھی موجود ہے۔ وہ ایک ایسا انقلابی ہے جس نے انگریز سامراج، اس کے مقامی ایجنٹوں، کاسہ لیسوں اور وطن فروش جاگیرداروں کی کھل کر مذمت کی اور تمام زندگی استحصالی قوتوں اور سماجی ناانصافیوں کے خلاف برسرپیکار رہا۔ ساحر نے کسی مرحلے پر بھی استحصالی اور سامراجی قوتوں سے مفاہمت نہیں کی اور زندگی میں جو شہرت اور مقام حاصل کیا وہ صرف اپنی محنت اور مسلسل جدوجہد سے حاصل کیا۔

ساحر لدھیانوی کو اس کی ادبی خدمات کے اعتراف کے طور پر کئی اعزازات بھی دیئے گئے لیکن اس کا حقیقی انعام وہ محبت اور عقیدت ہے جو اس کے چاہنے والوں کے دلوں میں ہمیشہ موجود رہے گی۔ ساحر نوجوان نسل کا مقبول ترین شاعر ہے اور یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ اردو زبان کے شعراء میں ساحر کو سب سے زیادہ پڑھا جاتا ہے۔ اس کے کئی شعری مجموعے اور ان کے بے شمار ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ کئی علاقائی اور غیر ملکی زبانوں میں بھی اس کی شاعری کے تراجم کئے گئے ہیں۔

ساحر لدھیانوی اب اس دنیا میں موجود نہیں لیکن اپنی بے مثال شاعری کے حوالے سے وہ ہمیشہ زندہ رہے گا۔

وقار عزیز

محبت ترک کی میں نے ، گریباں سی لیا میں نے
زمانے اب تو خوش ہو' زہر یہ بھی پی لیا میں نے
ابھی زندہ ہوں لیکن سوچتا رہتا ہوں خلوت میں
کہ اب تک کس تمنا کے سہارے جی لیا میں نے
انہیں اپنا نہیں سکتا مگر اتنا بھی کیا کم ہے !
کہ کچھ مدت حسیں خوابوں میں کھو کر جی لیا میں نے
بس اب تو دامنِ دل چھوڑ دو بے کار امیدو
بہت دکھ سہہ لیا میں نے' بہت دن جی لیا میں نے

○

دیکھا تو تھا یوں ہی کسی غفلت شعار نے
دیوانہ کر دیا دلِ بے اختیار نے!
اے آرزو کے دھندلے خوابو' جواب دو
پھر کس کی یاد آئی تھی ' مجھ کو پکارنے
تجھ کو خبر نہیں مگر اک سادہ لوح کو
برباد کر دیا ترے دو دن کے پیار نے
میں اور تم سے ترکِ محبت کی آرزو
دیوانہ کر دیا ہے غمِ روزگار نے
اب اے دلِ تباہ ترا کیا خیال ہے
ہم تو چلے تھے کاکلِ گیتی سنوارنے

○

خودداریوں کے خون کو ارزاں نہ کر سکے
ہم اپنے جوہروں کو نمایاں نہ کر سکے
ہو کر خراب مے ترے غم تو بھلا دیے
لیکن غم حیات کا درماں نہ کر سکے
ٹوٹا طلسم عہد محبت کچھ اس طرح
پھر آرزو کی شمع فروزاں نہ کر سکے
ہر شے قریب آ کے کشش اپنی کھو گئی
وہ بھی علاج شوق گریزاں نہ کر سکے
کس درجہ دل شکن تھے محبت کے حادثے
ہم زندگی میں پھر کوئی ارماں نہ کر سکے
مایوسیوں نے چھین لیے دل کے ولولے
وہ بھی نشاط روح کا ساماں نہ کر سکے

○

تنگ آ چکے ہیں کش مکش زندگی سے ہم
ٹھکرا نہ دیں جہاں کو کہیں بے دلی سے ہم
مایوسی مال محبت نہ پوچھئے!
اپنوں سے پیش آئے ہیں بیگانگی سے ہم

لو آج ہم نے توڑ دیا رشتہ امید
لو اب کبھی گلہ نہ کریں گے کسی سے ہم
ابھریں گے ایک بار ابھی دل کے ولولے
گو دب گئے ہیں بار غم زندگی سے ہم
گر زندگی میں مل گئے پھر اتفاق سے
پوچھیں گے اپنا حال تری بے بسی سے ہم
اتنے قریب آ کے بھی کیا جانیں کس لیے
کچھ اجنبی سے آپ ہیں ' کچھ اجنبی سے ہم

اللہ رے فریب مشیت کہ آج تک
دنیا کے ظلم سہتے رہے خامشی سے ہم

○

ہوس نصیب نظر کو کہیں قرار نہیں
میں منتظر ہوں مگر تیرا انتظار نہیں
ہمیں سے رنگ گلستاں ہمیں سے رنگ بہار
ہمیں کو نظم گلستاں پہ اختیار نہیں
ابھی نہ، چھیڑ محبت کے گیت اے مطرب
ابھی حیات کا ماحول سازگار نہیں
تمہارے عہد وفا کو میں عہد کیا سمجھوں
مجھے خود اپنی محبت کا اعتبار نہیں
نہ جانے کتنے گلے اس میں مضطرب ہیں ندیم
وہ ایک دل جو کسی کا گلہ گزار نہیں
گریز کا نہیں قائل حیات سے، لیکن
میں سچ کہوں تو مجھے موت ناگوار نہیں
یہ کس مقام پہ پہنچا دیا زمانے نے
کہ اب حیات پہ تیرا بھی اختیار نہیں

طرب زاروں پہ کیا بیتی ، صنم خانوں پہ کیا گزری
دلِ زندہ ترے مرحوم ارمانوں پہ کیا گزری
زمیں نے خون اگلا ، آسماں نے آگ برسائی
جب انسانوں کے دن بدلے ، تو انسانوں پہ کیا گزری
ہمیں یہ فکر ان کی انجمن کس حال میں ہوگی
انہیں یہ غم کہ ان سے چھٹ کے دیوانوں پہ کیا گزری
مرا الحاد تو خیر ایک لعنت تھا سو ہے ابتک
مگر اس عالمِ وحشت میں ایمانوں پہ کیا گزری
یہ منظر کون سا منظر ہے پہچانا نہیں جاتا
سیہ خانوں سے کچھ پوچھو، شبستانوں پہ کیا گزری
چلو وہ کفر کے گھر سے سلامت آ گئے لیکن
خدا کی مملکت میں سوختہ جانوں پہ کیا گزری

○

اشکوں میں جو پایا ہے ، وہ گیتوں میں دیا ہے
اس پر بھی سنا ہے کہ زمانے کو گلا ہے
جو تار سے نکلی ہے ، وہ دھن سب نے سنی ہے
جو ساز پر گزری ہے ، وہ کس دل کو پتا ہے
ہم پھول ہیں اوروں کے لیے لائے ہیں خوشبو
اپنے لیے لے دے کے بس اک داغ ملا ہے

○

جیون کے سفر میں راہی ملتے ہیں بچھڑ جانے کو
اور دے جاتے ہیں یادیں تنہائی میں تڑپانے کو
رو رو کے انہی راہوں میں کھونا پڑا اک اپنے کو
ہنس ہنس کے انہی راہوں میں اپنایا تھا بیگانے کو
اب ساتھ نہ گزریں گے ہم، لیکن یہ فضا وادی کی
دہراتی رہے گی برسوں بھولے ہوئے افسانے کو
تم اپنی نئی دنیا میں کھو جاؤ پرائے بن کر
جی پائے تو ہم جی لیں گے مرنے کی سزا پانے کو

○

نظر سے دل میں سمانے والے، مری محبت ترے لیے ہے
وفا کی دنیا میں آنے والے، وفا کی دولت ترے لیے ہے
کھڑی ہوں میں تیرے راستے میں، جواں امیدوں کے پھول لے کر
مہکتی زلفوں، بہکتی نظروں کی گرم جنت ترے لیے ہے
سوا تری آرزو کے اس دل میں کوئی بھی آرزو نہیں ہے
ہر ایک جذبہ، ہر ایک دھڑکن، ہر ایک حسرت ترے لیے ہے
مرے خیالوں کے نرم پردوں سے جھانک کر مسکرانے والے
ہزار خوابوں سے جو سجی ہے وہ اک حقیقت ترے لیے ہے

○

مایوس تو ہوں وعدے سے ترے، کچھ آس نہیں، کچھ آس بھی ہے
اور اپنے خیالوں کے صدقے، تو پاس نہیں اور پاس بھی ہے
دل نے تو خوشی مانگی تھی مگر جو تو نے دیا اچھا ہی دیا
جس غم کو تعلق ہو تجھ سے وہ راس نہیں اور راس بھی ہے
پلکوں پہ لرزتے اشکوں میں تصویر جھلکتی ہے تیری
دیدار کی پیاسی آنکھوں کو اب پیاس نہیں اور پیاس بھی ہے

○

اپنا دل پیش کروں ، اپنی وفا پیش کروں
کچھ سمجھ میں نہیں آتا ، تجھے کیا پیش کروں
تیرے ملنے کی خوشی میں کوئی نغمہ چھیڑوں
یا ترے دردِ جدائی کا گلہ پیش کروں
میرے خوابوں میں بھی تو ، میرے خیالوں میں بھی تو
کون سی چیز تجھے ، تجھ سے جدا پیش کروں
جو ترے دل کو لبھائے ، وہ ادا مجھ میں نہیں،
کیوں نہ تجھ کو کوئی تیری ہی ادا پیش کروں

○

اہلِ دل اور بھی ہیں ، اہلِ وفا اور بھی ہیں
ایک ہم ہی نہیں دنیا سے خفا اور بھی ہیں
ہو ہی جائے گی کسی روز رفو کی تدبیر
چاکِ دل اور بھی ہیں چاکِ قبا اور بھی ہیں
کیا ہوا گر مرے یاروں کی زبانیں چپ ہیں
مرے شاہد میرے یاروں کے سوا اور بھی ہیں
سر سلامت ہے ، تو کیا سنگِ ملامت کی کمی
جان باقی ہے تو پیکانِ قضا اور بھی ہیں
منصفِ شہر کی توقیر نہ کم ہو جائے
لوگ کہتے ہیں کہ اربابِ جفا اور بھی ہیں
کیوں نہ سر اپنا اب اس در سے اٹھا لیں یارو
سجدہ کرنا ہے تو نقشِ کفِ پا اور بھی ہیں

○

یہ وادیاں ' یہ فضائیں بلا رہی ہیں تمہیں
خموشیوں کی صدائیں بلا رہی ہیں تمہیں
ترس رہے ہیں جواں پھول ہونٹ چھونے کو
مچل مچل کے ہوائیں ' بلا رہی ہیں تمہیں
تمہاری زلفوں سے خوشبو کی بھیک لینے کو
جھکی جھکی سی گھٹائیں ' بلا رہی ہیں تمہیں
حسین چمپئی پیروں کو جب سے دیکھا ہے
ندی کی مست ادائیں' بلا رہی ہیں تمہیں
میرا کہا نہ سنو ' ان کی بات تو سن لو
ہر ایک دل کی دعائیں ' بلا رہی ہیں تمہیں

○

جرم الفت پہ ہمیں لوگ سزا دیتے ہیں
کیسے نادان ہیں ' شعلوں کو ہوا دیتے ہیں
ہم سے دیوانے کہیں ترک وفا کرتے ہیں
جان جائے کہ رہے بات نبھا دیتے ہیں
آپ دولت کی ترازو میں دلوں کو تولیں
ہم محبت سے محبت کا صلہ دیتے ہیں
تخت کیا چیز ہے اور لعل و جواہر کیا ہیں
عشق والے تو خدائی بھی لٹا دیتے ہیں
ہم نے دل دے بھی دیا' عہد وفا لے بھی لیا
آپ اب شوق سے دے لیں جو سزا دیتے ہیں

○

نغمہ و شعر کی سوغات کسے پیش کروں
یہ چھلکتے ہوئے جذبات کسے پیش کروں
شوخ آنکھوں کے اجالوں کو لٹاؤں کس پر
مست زلفوں کی سیہ رات کسے پیش کروں
گرم سانسوں میں چھپے راز بتاؤں کس کو
نرم ہونٹوں میں دبی بات کسے پیش کروں
کوئی ہمراز تو پاؤں ، کوئی ہمدم تو ملے
دل کی دھڑکن کے اشارات کسے پیش کروں

○

کبھی خود پہ کبھی حالات پہ رونا آیا
بات نکلی تو ہر اک بات پہ رونا آیا
ہم تو سمجھے تھے کہ ہم بھول گئے ہیں ان کو
کیا ہوا آج یہ کس بات پہ رونا آیا
کس لیے جیتے ہیں ہم ، کس کے لیے جیتے ہیں
بارہا ایسے سوالات پہ رونا آیا
کون روتا ہے کسی اور کی خاطر اے دوست
سب کو اپنی ہی کسی بات پہ رونا آیا

○

اپنی تباہیوں کا مجھے کوئی غم نہیں
تم نے کسی کے ساتھ محبت نبھا تو دی

○

پربتوں کے پیڑوں پر شام کا بسیرا ہے
سرمئی اجالا ہے ، چمپئی اندھیرا ہے
دونوں وقت ملتے ہیں ، دو دلوں کی صورت سے
آسماں نے خوش ہو کر رنگ سا بکھیرا ہے
ٹھہرے ٹھہرے پانی میں گیت سرسراتے ہیں
بھیگے بھیگے جھونکوں میں خوشبوؤں کا ڈیرا ہے
کیوں نہ جذب ہو جائیں اس حسیں نظارے میں
روشنی کا جھرمٹ ہے مستیوں کا گھیرا ہے

○

دیکھا ہے زندگی کو کچھ اتنے قریب سے
چہرے تمام لگنے لگے ہیں عجیب سے
اے روح عصر جاگ کہاں سو رہی ہے تو
آواز دے رہے ہیں پیمبر صلیب سے
اس رینگتی حیات کا کب تک اٹھائیں بار
بیمار اب الجھنے لگے ہیں طبیب سے
ہر گام پر ہے مجمع عشاق منتظر
مقتل کی راہ ملتی ہے کوئے حبیب سے
اس طرح زندگی نے دیا ہے ہمارا ساتھ
جیسے کوئی نباہ رہا ہو رقیب سے

○

مانا کہ اس زمیں کو نہ گلزار کر سکے
کچھ خار کم تو کر گئے گزرے جدھر سے ہم

○

میں نے چاند اور ستاروں کی تمنا کی تھی
مجھ کو راتوں کی سیاہی کے سوا کچھ نہ ملا!
میں وہ نغمہ ہوں جسے پیار کی محفل نہ ملی!
وہ مسافر ہوں جسے کوئی بھی منزل نہ ملی!
زخم پائے ہیں ' بہاروں کی تمنا کی تھی!
میں نے چاند اور ستاروں کی تمنا کی تھی
کسی گیسو، کسی آنچل کا سہارا بھی نہیں
راستے میں کوئی دھندلا سا ستارا بھی نہیں
میری نظروں نے نظاروں کی تمنا کی تھی!
میں نے چاند اور ستاروں کی تمنا کی تھی!
دل میں ناکام امیدوں کے بسیرے پائے
روشنی لینے کو نکلا تو اندھیرے پائے
رنگ اور نور کے دھاروں کی تمنا کی تھی!
میں نے چاند اورستاروں کی تمنا کی تھی!

(۲)

میں نے چاند اور ستاروں کی تمنا کی تھی!
مجھ کو راتوں کی سیاہی کے سوا کچھ نہ ملا
میری راہوں سے جدا ہو گئیں راہیں ان کی
آج بدلی نظر آتی ہیں نگاہیں ان کی!
جن سے اس دل نے سہاروں کی تمنا کی تھی
میں نے چاند اور ستاروں کی تمنا کی تھی!
پیار مانگا تو سسکتے ہوئے ارمان ملے
چین چاہا تو اُمڈتے ہوئے طوفان ملے
ڈوبتے دل نے کناروں کی تمنا کی تھی!
میں نے چاند اور ستاروں کی تمنا کی تھی!

○

تم نہ جانے کس جہاں میں کھو گئے
ہم بھری دنیا میں تنہا ہو گئے
موت بھی آتی نہیں
آس بھی جاتی نہیں
دل کو یہ کیا ہو گیا
کوئی شے بھاتی نہیں
لوٹ کر مرا جہاں
چھپ گئے ہو تم کہاں
تم نہ جانے کس جہاں میں کھو گئے
ایک جاں اور لاکھ غم
گھٹ کے رہ جائے نہ دم
آؤ تم کو دیکھ لیں
ڈوبتی نظروں سے ہم
لوٹ کر مرا جہاں
چھپ گئے ہو تم کہاں
تم نہ جانے کس جہاں میں کھو گئے
ہم بھری دنیا میں تنہا ہو گئے

○

زندگی کو بے نیاز آرزو کرنا پڑا
آہ کن آنکھوں سے انجام تمنا دیکھئے!

○

پھر نہ کیجئے میری گستاخ نگاہی کا گلہ
دیکھئے' آپ نے پھر پیار سے دیکھا مجھ کو

○

جسے تو قبول کر لے ' وہ ادا کہاں سے لاؤں
تیرے دل کو جو لبھائے وہ صدا کہاں سے لاؤں
میں وہ پھول ہوں کہ جس کو گیا ہر کوئی مسل کے
میری عمر بہہ گئی ہے مرے آنسوؤں میں ڈھل کے
جو بہار بن کے برسے وہ گھٹا کہاں سے لاؤں
تجھے اور کی تمنا ' مجھے تیری آرزو ہے!
تیرے دل میں غم ہی غم ہے ' میرے دل میں تو ہی تو ہے
جو دلوں کو چین دے دے وہ ادا کہاں سے لاؤں
مری بے بسی ہے ظاہر مری آہ بے اثر سے
کبھی موت بھی جو مانگی تو نہ پائی اس کے در سے
جو مراد لے کے آئے وہ دعا کہاں سے لاؤں

○

جانے وہ کیسے لوگ تھے جن کے پیار کو پیار ملا
ہم نے تو جب کلیاں مانگیں ' کانٹوں کا ہار ملا
خوشیوں کی منزل ڈھونڈی تو غم کی گرد ملی
چاہت کے نغمے چاہے تو آہ سرد ملی
دل کے بوجھ کو دونا کر گیا جو غم خوار ملا
بچھڑ گیا ہر ساتھی دے کر پل دو پل کا ساتھ
کس کو فرصت ہے جو تھامے دیوانوں کا ہاتھ
ہم کو اپنا سایہ تک اکثر بیزار ملا

اس کو ہی جینا کہتے ہیں تو یوں ہی جی لیں گے
اُف نہ کریں گے ' لب سی لیں گے ' آنسو پی لیں گے
غم سے اب گھبرانا کیسا ' غم سو بار ملا

○

جائیں تو جائیں کہاں
سمجھے گا کون یہاں ، درد بھرے دل کی زباں!
جائیں تو جائیں کہاں
مایوسیوں کا مجمع ہے جی میں!
کیا رہ گیا ہے اس زندگی میں!
روح میں غم ، دل میں دھواں
جائیں تو جائیں کہاں
ان کا بھی غم ہے اپنا بھی غم ہے!
اب دل کے بچنے کی امید کم ہے!
اک کشتی سو طوفاں!
جائیں تو جائیں کہاں

○

رات بھر کا ہے مہماں اندھیرا
کس کے روکے رُکا ہے سویرا
رات جتنی بھی سنگین ہو گی
صبح اتنی ہی رنگین ہوگی
غم نہ کر گر ہے بادل گھنیرا
کس کے روکے رکا ہے سویرا
لب پہ شکوہ نہ لا اشک پی لے
جس طرح بھی ہو کچھ دیر جی لے
اب اکھڑنے کو ہے غم کا ڈیرا
کس کے روکے رکا ہے سویرا
یوں ہی دنیا میں آ کر نہ جانا
صرف آنسو بہا کے نہ جانا
مسکراہٹ پہ بھی حق ہے تیرا
کس کے روکے رکا ہے سویرا

○

'یہ محلوں ' یہ تختوں ' یہ تاجوں کی دنیا!
یہ انساں کے دشمن سماجوں کی دنیا!
یہ دولت کے بھوکے رواجوں کی دنیا!
یہ دنیا اگر مل بھی جائے تو کیا ہے؟

ہر اک جسم گھائل ہر اک روح پیاسی
نگاہوں میں الجھن دلوں میں اداسی
یہ دنیا ہے یا عالم بدحواسی!
یہ دنیا اگر مل بھی جائے تو کیا ہے؟

یہاں اک کھلونا ہے انساں کی ہستی!
یہ بستی ہے مردہ پرستوں کی بستی!
یہاں پر تو جیون سے ہے موت سستی!
یہ دنیا اگر مل بھی جائے تو کیا ہے؟

جوانی بھٹکتی ہے بدکار بن کر
جواں جسم سجتے ہیں بازار بن کر
یہاں پیار ہوتا ہے بیوپار بن کر
یہ دنیا اگر مل بھی جائے تو کیا ہے؟

یہ دنیا جہاں آدمی کچھ نہیں ہے!
وفا کچھ نہیں دوستی کچھ نہیں ہے!
جہاں پیار کی قدر ہی کچھ نہیں ہے!
یہ دنیا اگر مل بھی جائے تو کیا ہے؟

جلا دو اسے پھونک ڈالو یہ دنیا!
مرے سامنے سے ہٹالو یہ دنیا!
تمہاری ہے تم ہی سنبھالو یہ دنیا!
یہ دنیا اگر مل بھی جائے تو کیا ہے؟

○

دو بوندیں ساون کی!
اک ساگر کی سیپ میں ٹپکے اور موتی بن جائے
دوجی گندے جل میں گر کر اپنا آپ گنوائے!
کس کو مجرم سمجھے کوئی، کس کو دوش لگائے!
دو بوندیں ساون کی!

دو کلیاں گلشن کی!
اک سہرے کے بیچ گندھے اور من ہی من اترائے
اک ارتھی کی بھینٹ چڑھے اور دھول میں مل جائے
کس کو مجرم سمجھے کوئی ، کس کو دوش لگائے
دو کلیاں گلشن کی!
دو سکھیاں بچپن کی!
اک سنگھاسن پر بیٹھے ، اور روپ متی کہلائے
دوجی اپنے روپ کے کارن ، گلیوں میں بک جائے
کس کو مجرم سمجھے کوئی ، کس کو دوش لگائے
دو سکھیاں بچپن کی!

○

عورت نے جنم دیا مردوں کو، مردوں نے اسے بازار دیا
جب جی چاہا مسلا کچلا، جب جی چاہا دھتکار دیا!!
تلتی ہے کہیں دیناروں میں، بکتی ہے کہیں بازاروں میں
ننگی نچوائی جاتی ہے، عیاشوں کے درباروں میں!
یہ وہ بے عزت چیز ہے جو بٹ جاتی ہے عزت داروں میں
عورت نے جنم دیا مردوں کو، مردوں نے اسے بازار دیا

مردوں کے لئے ہر ظلم روا، عورت کے لئے رونا بھی خطا
مردوں کے لئے ہر عیش کا حق، عورت کے لیے جینا بھی سزا
مردوں کے لئے لاکھوں سیجیں، عورت کے لئے بس ایک چتا
عورت نے جنم دیا مردوں کو، مردوں نے اسے بازار دیا

جن سینوں نے ان کو دودھ دیا، ان سینوں کا بیوپار کیا
جس کوکھ میں ان کا جسم ڈھلا اس کوکھ کا کاروبار کیا
جس تن سے اُگے کونپل بن کر اُس تن کو ذلیل وخوار کیا
عورت نے جنم دیا مردوں کو، مردوں نے اسے بازار دیا

مردوں نے بنائیں جو رسمیں ان کو حق کا فرمان کہا!
عورت کے زندہ جلنے کو، قربانی اور بلیدان کہا
عصمت کے بدلے روٹی دی اور اس کو بھی احسان کہا
عورت نے جنم دیا مردوں کو، مردوں نے اسے بازار دیا

سنسار کی ہر اک بے شرمی غربت کی گود میں پلتی ہے!
چکلوں ہی میں آ کر رکتی ہے، فاقوں سے جو راہ نکلتی ہے
مردوں کی ہوس ہے جو اکثر عورت کے پاپ میں ڈھلتی ہے
عورت نے جنم دیا مردوں کو، مردوں نے اسے بازار دیا

عورت سنسار کی قسمت ہے پھر بھی تقدیر کی ہیٹی ہے!
اوتار پیمبر جنتی ہے ' پھر بھی شیطان کی بیٹی ہے!
یہ وہ بدقسمت ماں ہے جو بیٹوں کی سیج پہ لیٹی ہے
عورت نے جنم دیا مردوں کو ' مردوں نے اسے بازار دیا

○

ایک تمثیل کے کچھ حصے

کہتے ہیں اسے پیسہ بچو! سب دنیا بڑی معمولی ہے
لیکن اس پیسے کے پیچھے سب دنیا رستہ بھولی ہے
انساں کی بنائی چیز ہے یہ لیکن انسان پہ بھاری ہے
ہلکی سی جھنک اس پیسہ کی ' دھرم اور ایمان پہ بھاری ہے
یہ جھوٹ کو سچ کر دیتا ہے اور سچ کو جھوٹ بناتا ہے
بھگوان نہیں پر ہر گھر میں بھگوان کی پدوی پاتا ہے!
اس پیسے کے بدلے دنیا میں انسانوں کی محنت بکتی ہے
جسموں کی حرارت بکتی ہے ' روحوں کی شرافت بکتی ہے
سردار خریدے جاتے ہیں ' دلدار خریدے جاتے ہیں
مٹی کے سہی پر اسی سے اوتار خریدے جاتے ہیں
اس پیسے کی خاطر دنیا میں آباد وطن بٹ جاتے ہیں
دھرتی ٹکڑے ہو جاتی ہے ' لاشوں کے کفن بٹ جاتے ہیں
عزت بھی اسی سے ملتی ہے ' تعظیم بھی اس سے ملتی ہے
تہذیب بھی اس سے آتی ہے تعلیم بھی اس سے ملتی ہے
کہتے ہیں اسے پیسہ بچو!

○

پیسے والے اس دنیا میں جاگیروں کے مالک بن بیٹھے
مزدوروں اور کسانوں کی تقدیروں کے مالک بن بیٹھے
جاگیروں پہ قبضہ رکھنے کو قانون بنے ہتھیار بنے
ہتھیاروں کے بل پر دھن والے ' اس دھرتی کے سردار بنے
جنگوں میں لڑایا بھوکوں کو ' اور اپنے سر پر تاج رکھا
نردھن کو دیا پرلوک کا سکھ اپنے لیے جگ کا راج رکھا
پنڈت اور ملا ان کے لیے مذہب کے صحیفے لاتے رہے
شاعر تعریفیں لکھتے رہے' گائک درباری گاتے رہے

○

میں نے شاید تمہیں پہلے بھی کہیں دیکھا ہے
اجنبی سی ہو مگر غیر نہیں لگتی ہو
وہم سے بھی جو ہو نازک وہ یقیں لگتی ہو
ہائے یہ پھول سا چہرہ یہ گھنیری زلفیں
میرے شعروں سے بھی تم مجھ کو حسیں لگتی ہو
دیکھ کر تم کو کسی رات کی یاد آتی ہے
ایک خاموش ملاقات کی یاد آتی ہے
ذہن میں حسن کی ٹھنڈک کا اثر جاگتا ہے
آنچ دیتی ہوئی برسات کی یاد آتی ہے
میری آنکھوں پہ جھکی رہتی ہیں پلکیں جس کی
تم وہی میرے خیالوں کی پری ہو کہ نہیں
کہیں پہلے کی طرح پھر تو نہ کھو جاؤگی
جو ہمیشہ کے لئے ہو وہ خوشی ہو کہ نہیں
میں نے شاید تمہیں پہلے بھی کہیں دیکھا ہے

○

کون آیا کہ نگاہوں میں چمک جاگ اٹھی!
دل کے سوئے ہوئے تاروں میں کھنک جاگ اٹھی
کس کے آنے کی خبر لے کے ہوائیں آئیں
جسم سے پھول چٹکنے کی صدائیں آئیں
روح کھلنے لگی ' سانسوں میں مہک جاگ اٹھی
کس نے یہ میری طرف دیکھ کے باہیں کھولیں
شوخ جذبات نے سینے میں نگاہیں کھولیں
ہونٹ تپنے لگے ' زلفوں میں لچک جاگ اٹھی
کس کے ہاتھوں نے مرے ہاتھوں سے کچھ مانگا ہے
کس کے خوابوں نے مرے خوابوں سے کچھ مانگا ہے
دل مچلنے لگا ' آنچل میں دھنک جاگ اٹھی

○

زندگی بھر نہیں بھولے گی وہ برسات کی رات
ایک انجان حسینہ سے ملاقات کی رات
ہائے وہ ریشمی زلفوں سے برستا پانی
پھول سے گالوں پہ رکنے کو ترستا پانی
دل میں طوفان اٹھاتے ہوئے جذبات کی رات
زندگی بھر نہیں بھولے گی وہ برسات کی رات
ڈر کے بجلی سے اچانک وہ لپٹنا اس کا
اور پھر شرم سے بل کھاکے سمٹنا اس کا
کبھی دیکھی نہ سنی ایسی طلسمات کی رات
زندگی بھر نہیں بھولے گی وہ برسات کی رات
سرخ آنچل کو دبا کر جو نچوڑا اس نے
دل پہ جلتا ہوا اک تیر سا چھوڑا اس نے
آگ پانی میں لگاتے ہوئے حالات کی رات
زندگی بھر نہیں بھولے گی وہ برسات کی رات
میرے نغموں میں جو بستی ہے وہ تصویر تھی وہ
نوجوانی کے حسیں خواب کی تعبیر تھی وہ
آسمانوں سے اتر آئی تھی جو رات کی رات
زندگی بھر نہیں بھولے گی وہ برسات کی رات

○

آج کی رات مرادوں کی برات آئی ہے
آج کی رات نہیں شکوے شکایت کے لیے
آج ہر لمحہ ' ہر اک پل ہے محبت کے لئے
ریشمی سیج ہے ' مہکی ہوئی تنہائی ہے
آج کی رات مرادوں کی برات آئی ہے
ہر گنہ آج مقدس ہے فرشتوں کی طرح
کانپتے ہاتھوں کو مل جانے دو رشتوں کی طرح
آج ملنے میں نہ الجھن ہے نہ رسوائی ہے
آج کی رات مرادوں کی برات آئی ہے
اپنی زلفیں مرے شانے پر بکھر جانے دو
اس حسیں رات کو کچھ اور نکھر جانے دو
صبح نے آج نہ آنے کی قسم کھائی ہے
آج کی رات مرادوں کی برات آئی ہے

○

بھول سکتا ہے بھلا کون یہ پیاری آنکھیں
رنگ میں ڈوبی ہوئی ' نیند سے بھاری آنکھیں
میری ہر سوچ نے ہر سانس نے چاہا ہے تمہیں
جب سے دیکھا ہے تمہیں تب سے سراہا ہے تمہیں
بس گئی ہیں میری آنکھوں میں تمہاری آنکھیں!
تم جو نظروں کو اٹھاؤ تو ستارے جھک جائیں
تم جو پلکوں کو جھکاؤ تو زمانے رک جائیں
کیوں نہ بن جائیں ان آنکھوں کی پجاری آنکھیں!
جاگتی راتوں کو سپنوں کا خزانہ مل جائے
تم جو مل جاؤ تو جینے کا بہانہ مل جائے
اپنی قسمت پہ کریں ناز ہماری آنکھیں

○

دوگانا

ا:

جو وعدہ کیا وہ نبھانا پڑے گا
روکے زمانہ چاہے روکے خدائی تم کو آنا پڑے گا
ترستی نگاہوں نے آواز دی ہے !!!
محبت کی راہوں نے آواز دی ہے
جانِ حیا، جانِ ادا ، چھوڑو ترسانا تم کو آنا پڑے گا

ب:

یہ مانا ہمیں جاں سے جانا پڑے گا
پر یہ سمجھ لو تم نے جب بھی پکارا، ہم کو آنا پڑے گا
ہم اپنی وفا پر نہ الزام لیں گے!
تمہیں دل دیا ہے تمہیں جاں بھی دے دیں گے
جب عشق کا سودا کیا ، پھر کیا گھبرانا ہم کو آنا پڑے گا

ا:

سبھی اہلِ دنیا یہ کہتے ہیں ہم سے
کہ آتا نہیں کوئی ملکِ عدم سے
آج ذرا شانِ وفا دیکھے زمانہ ، تم کو آنا پڑے گا

ب:

ہم آتے رہیں ہیں ہم آتے رہیں گے
محبت کی رسمیں نبھاتے رہیں گے
جانِ وفا، تم دو صدا پھر کیا ٹھکانا ، ہم کو آنا پڑے گا

○

جو بات تجھ میں ہے ' تری تصویر میں نہیں
رنگوں میں تیرا' عکس ڈھلا ' تو نہ ڈھل سکی!
سانسوں کی آنچ ' جسم کی خوشبو نہ ڈھل سکی!
تجھ میں جو لوچ ہے مری تحریر میں نہیں
بے جان حسن میں کہاں رفتار کی ادا!
انکار کی ادا ہے نہ اقرار کی ادا!
کوئی لچک بھی زلفِ گرہ گیر میں نہیں
دنیا میں کوئی چیز نہیں ہے تری طرح
پھر ایک بار سامنے آ جا کسی طرح
کیا اور اک جھلک مری تقدیر میں نہیں؟

○

مجھے گلے سے لگا لو' بہت اداس ہوں میں
غمِ جہاں سے چھڑا لو' بہت اداس ہوں میں
یہ انتظار کا دکھ اب سہا نہیں جاتا
تڑپ رہی ہے محبت رہا نہیں جاتا
تم اپنے پاس بلا لو بہت اداس ہوں میں
ہر ایک سانس میں ملنے کی پیاس پلتی ہے
سلگ رہا ہے بدن اور روح جلتی ہے
بچا سکو تو بچالو ' بہت اداس ہوں میں
بھٹک چکی ہوں بہت زندگی کی راہوں میں
مجھے اب آکے چھپا لو تم اپنی بانہوں میں
مرا سوال نہ ٹالو بہت اداس ہوں میں

○

رنگ اور نور کی بارات کسے پیش کروں
یہ مرادوں کی حسیں رات کسے پیش کروں
میں نے جذبات نبھائے ہیں اصولوں کی جگہ
اپنے ارمان پرو لایا ہوں پھولوں کی جگہ
تیرے سہرے کی یہ سوغات کسے پیش کروں
یہ میرے شعر' مرے آخری نذرانے ہیں
میں ان اپنوں میں ہوں جو آج سے بیگانے ہیں
بے تعلق سی ملاقات کسے پیش کروں
سرخ جوڑے کی تب و تاب مبارک ہو تجھے
تیری آنکھوں کا نیا خواب مبارک ہو تجھے
میں یہ خواہش یہ خیالات کسے پیش کروں
کون کہتا ہے کہ چاہت پہ سبھی کا حق ہے
تو جسے چاہے ترا پیار اسی کا حق ہے
مجھ سے کہہ دے ' میں ترا ہات کسے پیش کروں

○

سب میں شامل ہو مگر سب سے جدا لگتی ہو
صرف ہم سے نہیں خود سے بھی خفا لگتی ہو
آنکھ اٹھتی ہے نہ جھکتی ہے کسی کی خاطر
سانس چڑھتی ہے نہ رکتی ہے کسی خاطر
جو کسی در پہ نہ ٹھہرے وہ ہوا لگتی ہو
زلف لہرائے تو آنچل میں چھپا لیتی ہو!
ہونٹ تھرائیں تو دانتوں میں دبا لیتی ہو
جو کبھی کھل کے نہ برسے وہ گھٹا لگتی ہو
جاگی جاگی نظر آتی ہو نہ سوئی سوئی!
تم کہ ہو اپنے خیالات میں کھوئی کھوئی
کسی مایوس مصور کی دعا لگتی ہو!

○

غصے میں جو نکھرا ہے ، اس حسن کا کیا کہنا
کچھ دیر ابھی ہم سے تم یوں ہی خفا رہنا

اس حسن کے شعلے کی تصویر بنا لیں ہم
ان گرم نگاہوں کو سینے سے لگا لیں ہم
پل بھر اسی عالم میں اے جانِ ادا رہنا
کچھ دیر ابھی ہم سے، تم یوں ہی خفا رہنا
یہ دہکا ہوا چہرہ، یہ بکھری ہوئی زلفیں
یہ بڑھتی ہوئی دھڑکن، یہ چڑھتی ہوئی سانسیں
سامانِ قضا ہو تم، سامانِ قضا رہنا
کچھ دیر ابھی ہم سے تم یوں ہی خفا رہنا
پہلے بھی حسیں تھیں تم لیکن یہ حقیقت ہے
وہ حسن مصیبت تھا یہ حسن قیامت ہے
اوروں سے بڑھ کر ہو، خود سے بھی سوا رہنا
کچھ دیر ابھی ہم سے تم یوں ہی خفا رہنا

○

سب تلخیاں سمیٹ کر سارے جہان کی
جب کچھ نہ بن سکا تو مرا دل بنا دیا

○

موت آگئی نہ ہو مرے ذوق امید کو
محرومیوں میں کیف سا پانے لگا ہوں میں

○

حیات اک مستقل غم کے سوا کچھ بھی نہیں شاید
خوشی بھی یاد آتی ہے تو آنسو بن کے آتی ہے

○

رات بھی ہے کچھ بھیگی بھیگی
چاند بھی ہے کچھ مدھم مدھم
تم آؤ تو آنکھیں کھولے
سوئی ہوئی پائل کی چھم چھم
کس کو بتائیں، کیسے بتائیں
آج عجب ہے دل کا عالم
چین بھی ہے کچھ ہلکا ہلکا!
درد بھی ہے کچھ مدھم مدھم
تپتے دل پر یوں گرتی ہے
تیری نظر سے پیار کی شبنم
جلتے ہوئے جنگل پر جیسے
برکھا برسے رک رک، تھم تھم
ہوش میں تھوڑی بے ہوشی ہے
بے ہوشی میں ہوش ہے کم کم
تجھ کو پانے کی کوشش میں
دونوں جہاں سے کھوئے گئے ہم

○

لاگا چنری میں داگ چھپاؤں کیسے
گھر جاؤں کیسے
ہوگئی میلی موری چنریا
کورے بدن سے کوری چنریا
جا کے بابل سے نجریں ملاؤں کیسے
گھر جاؤں کیسے

بھول گئی سب بچپن بدا کے
کھو گئی میں سسرال میں آ کے
جا کے بابل سے نجریں ملاؤں کیسے
گھر جاؤں کیسے!
کوری چنریا آتما موری میل ہے مایا جال
وہ دنیا مورے بابل کا گھر یہ دنیا سسرال
جا کے بابل سے نجریں ملاؤں کیسے
گھر جاؤں کیسے
لاگا چنری میں داگ چھپاؤں کیسے

یہ دنیا دورنگی ہے
ایک طرف سے ریشم اوڑھے ' ایک طرف سے ننگی ہے
ایک طرف اندھی دولت کی پاگل عیش پرستی
ایک طرف جسموں کی قیمت روٹی سے بھی سستی
ایک طرف ہے سونا گاچی ' ایک طرف چورنگی ہے
یہ دنیا دورنگی ہے
آدھے منہ پر نور برستا ' آدھے منہ پر چیرے
آدھے تن پر کوڑھ کے دھبے آدھے تن پر ہیرے
آدھے گھر میں خوشحالی ہے ' آدھے گھر میں تنگی ہے
یہ دنیا دو رنگی ہے
ماتھے اوپر مکٹ سجائے ' سر پر ڈھوئے گندا
دائیں ہاتھ سے بھکشا مانگے بائیں سے دے چندا
ایک طرف بھنڈار چلائے' ایک طرف بھک منگی ہے
یہ دنیا دو رنگی ہے
اک سنگم پر لانی ہوگی دکھ اور سکھ کی دھارا
نئے سرے سے کرنا ہو گا دولت کا بٹوارا!
جب تک اونچ نیچ ہے باقی ' ہر صورت بے ڈھنگی ہے
یہ دنیا دو رنگی ہے

○

ردعمل

چند کلیاں نشاط کی چن کر
مدتوں محوِ یاس رہتا ہوں
تیرا ملنا خوشی کی بات سہی
تجھ سے مل کر اداس رہتا ہوں

○

یکسوئی

عہدِ گم گشتہ کی تصویر دکھاتی کیوں ہو؟
ایک آوارۂ منزل کو ستاتی کیوں ہو؟
وہ حسین عہد جو شرمندۂ ایفا نہ ہوا؟
اس حسیں عہد کا مفہوم جتاتی کیوں ہو؟
زندگی شعلۂ بے باک بنا لو اپنی
خود کو خاکسترِ خاموش بناتی کیوں ہو ؟
میں تصوف کے مراحل کا نہیں ہوں قائل
میری تصویر پہ تم پھول چڑھاتی کیوں ہو؟-
کون کہتا ہے کہ آہیں ہیں مصائب کا علاج
جان کو اپنی عبث روگ لگاتی کیوں ہو ؟
ایک سرکش سے محبت کی تمنا رکھ کر
خود کو آئین کے پھندوں میں پھنساتی کیوں ہو؟
میں سمجھتا ہوں تقدس کو تمدن کا فریب
تم رسومات کو ایمان بناتی کیوں ہو؟
جب تمہیں مجھ سے زیادہ ہے زمانے کا خیال
پھر مری یاد میں یوں اشک بہاتی کیوں ہو
تم میں ہمت ہے تو دنیا سے بغاوت کر دو
ورنہ ماں باپ جہاں کہتے ہیں شادی کر لو

○

شکست

اپنے سینے سے لگائے ہوئے امید کی لاش
مدتوں زیست کو ناشاد کیا ہے میں نے
تونے تو ایک ہی صدمے سے کیا تھا دو چار
دل کو ہر طرح سے برباد کیا ہے میں نے
جب بھی راہوں میں نظر آئے حریری ملبوس
سرد آہوں میں تجھے یاد کیا ہے میں نے

اور اب جب کہ مری روح کی پہنائی میں
ایک سنسان سی مغموم گھٹا چھائی ہے
تو دمکتے ہوئے عارض کی شعاعیں لے کر
گل شدہ شمعیں جلانے کو چلی آئی ہے

میری محبوب ' یہ ہنگامہ تجدیدِ وفا
میری افسردہ جوانی کے لیے راس نہیں
میں نے جو پھول چنے تھے ترے قدموں کے لیے
ان کا دھندلا سا تصور بھی مرے پاس نہیں

ایک یخ بستہ اداسی ہے دل و جاں پہ محیط
اب مری روح میں باقی ہے نہ امید نہ جوش
رہ گیا دب کے گراں بار سلاسل کے تلے
میری درماندہ جوانی کی امنگوں کا خروش

ریگ زاروں میں بگولوں کے سوا کچھ بھی نہیں
سایہ ابرگریزاں سے مجھے کیا لینا!
بجھ چکے ہیں مرے سینے میں محبت کے کنول
اب ترے حسنِ پشیماں سے مجھے کیا لینا

ترے عارض پہ یہ ڈھلکے ہوئے سمیں آنسو
میری افسردگی غم کا مداوا تو نہیں
تیری مجبوب نگاہوں کا پیام تجدید
اک تلافی ہی سہی ---- میری تمنا تو نہیں

○

شہکار

مصور! میں ترا شہکار واپس کرنے آیا ہوں
اب ان رنگین رخساروں میں تھوڑی زردیاں بھردے
حجاب آلود نظروں میں ذرا بے باکیاں بھر دے
لبوں کی بھیگی بھیگی سلوٹوں کو مضمحل کر دے!
نمایاں رنگ پیشانی پہ عکسِ سوزِ دل کر دے
تبسم آفریں چہرے مین کچھ سنجیدگی بھر دے
جواں سینے کی مخروطی اٹھانیں سرنگوں کر دے
گھنے بالوں کو کم کر دے مگر رخشندگی دے دے
نظر سے تمکنت لے کر مذاقِ عاجزی دے دے
مگر ہاں بنچ کے بدلے اسے صوفے پہ بٹھلا دے
یہاں میری بجائے اک چمکتی کار دکھلا دے

○

سوچتا ہوں

سوچتا ہوں کہ محبت سے کنارا کرلوں
دل کو بیگانۂ ترغیب و تمنا کر لوں

سوچتا ہوں کہ محبت ہے جنونِ رسوا
چند بے کار سے بیہودہ خیالوں کا ہجوم
ایک آزاد کو پابند بنانے کی ہوس
ایک بیگانے کو اپنانے کی سعیٔ موہوم

سوچتا ہوں کہ محبت ہے سرور و مستی!
اس کی تنویر سے روشن ہے فضائے ہستی!

سوچتا ہوں کہ محبت ہے بشر کی فطرت
اس کا مٹ جانا مٹا دینا بہت مشکل ہے
سوچتا ہوں کہ محبت سے ہے تابندہ حیات
آپ یہ شمع بجھا دینا بہت مشکل ہے

سوچتا ہوں کہ محبت پہ کڑی شرطیں ہیں
اس تمدن میں مسرت پہ بڑی شرطیں ہیں

سوچتا ہوں کہ محبت ہے اک افسردہ سی لاش
چادرِ عزت و ناموس میں کفنائی ہوئی
دورِ سرمایہ کی روندی ہوئی رسوا ہستی
درگہِ مذہب و اخلاق کی ٹھکرائی ہوئی

سوچتا ہوں کہ بشر اور محبت کا جنوں
ایسے بوسیدہ تمدن میں ہے اک کارِ زبوں

سوچتا ہوں کہ محبت نہ بچے گی زندہ
پیش ازاں وقت کہ سڑ جائے یہ گلتی ہوئی لاش
یہی بہتر ہے کہ بیگانۂ الفت ہو کر
اپنے سینے میں کروں جذبۂ نفرت کی تلاش

سوچتا ہوں کہ محبت سے کنارا کرلوں
دل کو بیگانۂ ترغیب و تمنا کرلوں

چکلے

یہ کوچے یہ نیلام گھر دلکشی کے
یہ لٹتے ہوئے کارواں زندگی کے
کہاں ہیں ؟ کہاں ہیں محافظ خودی کے
ثناخوانِ تقدیسِ مشرق کہاں ہیں؟

یہ پرپیچ گلیاں ' یہ بے خواب بازار
یہ گمنام راہی ' یہ سکوں کی جھنکار
یہ عصمت کے سودے ' یہ سودوں پہ تکرار
ثنا خوانِ تقدیسِ مشرق کہاں ہیں؟

تعفن سے پر ' نیم روشن یہ گلیاں
یہ مسلی ہوئی ادھ کھلی زرد کلیاں
یہ بکتی ہوئی کھوکھلی رنگ رلیاں
ثنا خوانِ تقدیسِ مشرق کہاں ہیں؟

وہ اجلے دریچوں پہ پائل کی چھن چھن
تنفس کی الجھن پہ طبلے کی دھن دھن
یہ بے روح کمروں میں کھانسی کی ٹھن ٹھن
ثنا خوانِ تقدیسِ مشرق کہاں ہیں؟

یہ گونجے ہوئے قہقہے راستوں پر
یہ چاروں طرف بھیڑ سی کھڑکیوں پر
یہ آوازے کھنچتے ہوئے آنچلوں پر
ثنا خوان تقدیس مشرق کہاں ہیں؟

یہ پھولوں کے گجرے، یہ پیکوں کے چھینٹے
یہ بیباک نظریں، یہ گستاخ فقرے
یہ ڈھلکے بدن اور یہ مدقوق چہرے
ثناخوانِ تقدیسِ مشرق کہاں ہیں؟

یہ بھوکی نگاہیں حسینوں کی جانب
یہ بڑھتے ہوئے ہاتھ سینوں کی جانب
لپکتے ہوئے پاؤں زینوں کی جانب
ثنا خوانِ تقدیسِ مشرق کہاں ہیں؟

یہاں پیر بھی آ چکے ہیں، جواں بھی
تنو مند بیٹے بھی، ابا میاں بھی
یہ بیوی بھی ہے اور بہن بھی ہے ماں بھی
ثنا خوانِ تقدیسِ مشرق کہاں ہیں؟

مدد چاہتی ہے یہ حوا کی بیٹی
یشودھا کی ہم جنس، رادھا کی بیٹی
پیمبر کی امت، زلیخا کی بیٹی
ثنا خوانِ تقدیسِ مشرق کہاں ہیں؟

بلاؤ خدایانِ دیں کو بلاؤ!
یہ کوچے، یہ گلیاں، یہ منظر دکھاؤ
ثنا خوانِ تقدیسِ مشرق کو لاؤ!
ثناخوانِ تقدیسِ مشرق کہاں ہیں؟

تاج محل

تاج تیرے لیے اک مظہرِ الفت ہی سہی
تجھ کو اس وادیٔ رنگیں سے عقیدت ہی سہی
مری محبوب ! کہیں اور ملا کر مجھ سے

بزمِ شاہی میں غریبوں کا گزر کیا معنی
ثبت جس راہ پہ ہوں سطوتِ شاہی کے نشاں
اس پہ الفت بھری روحوں کا سفر کیا معنی

مری محبوب پسِ پردۂ تشہیرِ وفا
تو نے سطوت کے نشانوں کو تو دیکھا ہوتا
مردہ شاہوں کے مقابر سے بہلنے والی
اپنے تاریک مکانوں کو تو دیکھا ہوتا

ان گنت لوگوں نے دنیا میں محبت کی ہے
کون کہتا ہے کہ صادق نہ تھے جذبے ان کے
لیکن ان کے لیے تشہیر کا سامان نہیں
کیونکہ وہ لوگ بھی اپنی ہی طرح مفلس تھے

یہ عمارات و مقابر یہ فصیلیں، یہ حصار
مطلق الحکم شہنشاہوں کی عظمت کے ستوں
سینۂ دہر کے ناسور ہیں، کہنہ ناسور
جذب ہے ان میں ترے اور مرے اجداد کا خوں

مری محبوب! انہیں بھی تو محبت ہو گی
جن کی صناعی نے بخشی ہے اسے شکلِ جمیل
ان کے پیاروں کے مقابر رہے بے نام و نمود
آج تک ان پہ جلائی نہ کسی نے قندیل

یہ چمن زار' یہ جمنا کا کنارا یہ محل
یہ منقش در و دیوار ' یہ محراب 'یہ طاق
اک شہنشاہ نے دولت کا سہارا لے کر
ہم غریبوں کی محبت کا اڑایا ہے مذاق

مری محبوب! کہیں اور ملا کر مجھ سے .

بنگال

جہانِ کہنہ کے مفلوج فلسفہ دانو!
نظام نو کے تقاضے سوال کرتے ہیں

یہ شاہراہیں اسی واسطے بنی تھیں کیا
کہ ان پہ دیس کی جنتا سسک سسک کے مرے
زمیں نے کیا اسی کارن اناج اگلا تھا
کہ نسلِ آدمؑ و حوا بلک بلک کے مرے

ملیں اسی لیے ریشم کے ڈھیر بنتی ہیں
کہ دخترانِ وطن تار تار کو ترسیں
چمن کو اس لیے مالی نے خوں سے سینچا تھا؟
کہ اس کی اپنی نگاہیں بہار کو ترسیں

زمیں کی قوتِ تخلیق کے خداوندو!
ملوں کے منتظموں سلطنت کے فرزندو!

پچاس لاکھ فسردہ گلے سڑے ڈھانچے
نظامِ زر کے خلاف احتجاج کرتے ہیں
خموش ہونٹوں سے دم توڑتی نگاہوں سے
بشر بشر کے خلاف احتجاج کرتے ہیں

متاعِ غیر

میرے خوابوں کے جھروکوں کو سجانے والی
تیرے خوابوں میں کہیں میرا گزر ہے کہ نہیں
پوچھ کر اپنی نگاہوں سے بتا دے مجھ کو
میری راتوں کے مقدر میں سحر ہے کہ نہیں

چار دن کی یہ رفاقت جو رفاقت بھی نہیں
عمر بھر کے لیے آزار ہوئی جاتی ہے
زندگی یوں تو ہمیشہ سے پریشان سی تھی
اب تو ہر سانس گراں بار ہوئی جاتی ہے

میری اجڑی ہوئی نیندوں کے شبستانوں میں
تو کسی خواب کے پیکر کی طرح آئی ہے'
کبھی اپنی سی' کبھی غیر نظر آئی ہے
کبھی اخلاص کی صورت کبھی ہرجائی ہے

پیار پر بس تو نہیں ہے مرا لیکن پھر بھی
تو بتا دے کہ تجھے پیار کروں یا نہ کروں
تو نے خود اپنے تبسم سے جگایا ہے جنہیں
ان تمناؤں کا اظہار کروں یا نہ کروں

تو کسی اور کے دامن کی کلی ہے لیکن
میری راتیں تیری خوشبو سے بسی رہتی ہیں
تو کہیں بھی ہو' ترے پھول سے عارض کی قسم
تیری پلکیں میری آنکھوں پہ جھکی رہتی ہیں!

تیرے ہاتھوں کی حرارت، تیرے سانسوں کی مہک
سرسراتی ہے مرے ذہن کی پہنائی میں
ڈھونڈتی رہتی ہیں تخیل کی بانہیں تجھ کو
سرد راتوں کی سلگتی ہوئی تنہائی میں

تیرا الطاف و کرم ایک حقیقت ہے مگر
یہ حقیقت بھی، حقیقت میں فسانہ ہی نہ ہو
تیری مانوس نگاہوں کا یہ محتاط پیام
دل کے خوں کرنے کا ایک اور بہانہ ہی نہ ہو

کون جانے مرے امروز کا فردا کیا ہے
قربتیں بڑھ کے پشیمان بھی ہو جاتی ہیں
دل کے دامن سے لپٹی ہوئی رنگیں نظریں
دیکھتے دیکھتے انجان بھی ہو جاتی ہیں

میری درماندہ جوانی کی تمناؤں کے
مضمحل خواب کی تعبیر بتا دے مجھ کو
تیرے دامن میں گلستاں بھی ہیں، ویرانے بھی
میرا حاصل مری تقدیر بتا دے مجھ کو

فن کار

میں نے جو گیت ترے پیار کی خاطر لکھے
آج ان گیتوں کو بازار میں لے آیا ہوں

آج دکان پہ نیلام اٹھے گا ان کا؟
تو نے جن گیتوں پر رکھی تھی محبت کی اساس
آج چاندی کی ترازو میں تلے گی ہر چیز
میرے افکار' مری شاعری ' میرا احساس

جو تری ذات سے منسوب تھے ان گیتوں کو
مفلسی - جنس بنانے پہ اتر آئی ہے
بھوک' تیرے رخِ رنگیں کے فسانوں کے عوض
چند اشیائے ضرورت کی تمنائی ہے

دیکھ اس عرصۂ گہ محنت و سرمایہ میں
میرے نغمے بھی مرے پاس نہیں رہ سکتے
تیرے جلوے کسی زر دار کی میراث سہی
تیرے خاکے بھی مرے پاس نہیں رہ سکتے

آج ان گیتوں کو بازار میں لے آیا ہوں
میں نے جو گیت ترے پیار کی خاطر لکھے

کبھی کبھی

کبھی کبھی میرے دل میں خیال آتا ہے

کہ زندگی تیری زلفوں کی نرم چھاؤں میں
گزرنے پاتی تو شاداب ہو بھی سکتی تھی
یہ تیرگی جو مری زیست کا مقدر ہے
تری نظر کی شعاعوں میں کھو بھی سکتی تھی

عجب نہ تھا کہ میں بیگانہ الم رہ کر
ترے جمال کی رعنائیوں میں کھو رہتا
ترا گداز بدن ، تیری نیم باز آنکھیں
انہی حسین فسانوں میں محو ہو رہتا

پکارتیں مجھے جب تلخیاں زمانے کی
ترے لبوں سے حلاوت کے گھونٹ پی لیتا
حیات چیختی پھرتی برہنہ سر اور میں
گھنیری زلفوں کے سائے میں چھپ کے جی لیتا

مگر یہ ہو نہ سکا اور اب یہ عالم ہے
کہ تو نہیں ، ترا غم ، تیری جستجو بھی نہیں
گزر رہی ہے کچھ اس طرح زندگی جیسے
اسے کسی کے سہارے کی آرزو بھی نہیں

زمانے بھر کے دکھوں کو لگا چکا ہوں گلے
گزر رہا ہوں کچھ انجانی رہگذاروں سے
مہیب سائے مری سمت بڑھتے آتے ہیں
حیات و موت کے پرہول خار زاروں سے

نہ کوئی جادہ نہ منزل نہ روشنی کا سراغ
بھٹک رہی ہے خلاؤں میں زندگی میری
انہی خلاؤں میں رہ جاؤں گا کبھی کھوکر
میں جانتا ہوں مری ہم نفس مگر یونہی

کبھی کبھی میرے دل میں خیال آتا ہے

فرار

اپنے ماضی کے تصور سے ہراساں ہوں میں
اپنے گزرے ہوئے ایام سے نفرت ہے مجھے
اپنی بے کار تمناؤں پہ شرمندہ ہوں
اپنی بے سود امیدوں پہ ندامت ہے مجھے

میرے ماضی کو اندھیرے میں دبا رہنے دو
میرا ماضی مری ذلت کے سوا کچھ بھی نہیں
میری امیدوں کا حاصل، مری کاوش کا صلہ
ایک بے نام اذیت کے سوا کچھ بھی نہیں

کتنی بے کار امیدوں کا سہارا لے کر
میں نے ایوان سجائے تھے کسی کی خاطر
کتنی بے ربط تمناؤں کے مبہم خاکے
اپنے خوابوں میں بسائے تھے کسی کی خاطر

مجھ سے اب میری محبت کے فسانے نہ کہو
مجھ کو کہنے دو کہ میں نے انہیں چاہا ہی نہیں
اور --- وہ مست نگاہیں جو مجھے بھول گئیں
میں نے ان مست نگاہوں کو سراہا ہی نہیں

مجھ کو کہنے دو کہ میں آج بھی جی سکتا ہوں
عشق ناکام سہی، زندگی ناکام نہیں
ان کو اپنانے کی خواہش، انہیں پانے کی طلب
شوق بے کار سہی، سعی غم انجام نہیں

وہی گیسو ، وہی نظریں ، وہی عارض ، وہی جسم
میں جو چاہوں تو مجھے اور بھی مل سکتے ہیں
وہ کنول جن کو کبھی ان کے لیے کھلنا تھا
ان کی نظروں سے بہت دور بھی کھل سکتے ہیں

ہراس

تیرے ہونٹوں پہ تبسم کی وہ ہلکی سی لکیر
میرے تخیل میں رہ رہ کے جھلک اٹھتی ہے
یوں اچانک ترے عارض کا خیال آتا ہے
جیسے ظلمت میں کوئی شمع بھڑک اٹھتی ہے

تیرے پیراہن رنگیں کی جنوں خیز مہک
خواب بن بن کے مرے ذہن میں لہراتی ہے
رات کی سرد خموشی میں ہر اک جھونکے سے
ترے انفاس، ترے جسم کی آنچ آتی ہے

میں سلگتے ہوئے رازوں کو عیاں تو کر دوں
لیکن ان رازوں کی تشہیر سے جی ڈرتا ہے
رات کے خواب ' اجالے میں بیاں تو کر دوں
ان حسیں خوابوں کی تعبیر سے جی ڈرتا ہے

تیری سانسوں کی تھکن تیری نگاہوں کا سکوت
درحقیقت کوئی رنگین شرارت ہی نہ ہو
میں جسے پیار کا انداز سمجھ بیٹھا ہوں
وہ تبسم وہ تکلم تیری عادت ہی نہ ہو

سوچتا ہوں کہ تجھے مل کے میں جس سوچ میں ہوں
پہلے اس سوچ کا مقسوم سمجھ لوں تو کہوں
میں ترے شہر میں انجان ہوں پردیسی ہوں
تیرے الطاف کا مفہوم سمجھ لوں تو کہوں

کہیں ایسا نہ ہو پاؤں مرے تھرا جائیں
اور تری مرمریں بانہوں کا سہارا نہ ملے
اشک بہتے رہیں خاموش ' سیہ راتوں میں
اور ترے ریشمی آنچل کا کنارا نہ ملے

انتظار

چاند مدھم ہے آسماں چپ ہے
نیند کی گود میں جہاں چپ ہے
دور وادی میں دودھیا بادل
جھک کے پربت کو پیار کرتے ہیں
دل میں ناکام حسرتیں لے کر
ہم ترا انتظار کرتے ہیں

ان بہاروں کے سائے میں آجا
پھر محبت جواں رہے نہ رہے
زندگی تیرے نامرادوں پر
کل تلک مہرباں رہے نہ رہے

روز کی طرح آج بھی تارے
صبح کی گود میں نہ کھو جائیں
آ ترے غم میں جاگتی آنکھیں
کم سے کم ایک رات سو جائیں

چاند مدھم ہے آسماں چپ ہے
نیند کی گود میں جہاں چپ ہے

اسی دوراہے پر

اب نہ ان اونچے مکانوں میں قدم رکھوں گا
میں نے اک بار یہ پہلے بھی قسم کھائی تھی
اپنی نادار محبت کی شکستوں کے طفیل
زندگی پہلے بھی شرمائی تھی ' جھنجھلائی تھی

اور یہ عہد کیا تھا کہ بہ ایں حال تباہ
اب کبھی پیار بھرے گیت نہیں گاؤں گا
کسی چلمن نے پکارا بھی تو بڑھ جاؤں گا
کوئی دروازہ کھلا بھی تو پلٹ آؤں گا

پھر' ترے کانپتے ہونٹوں کی فسوں کار ہنسی
جال بننے لگی ' بنتی رہی ' بنتی ہی رہی
میں کھنچا تجھ سے' مگر تو مری راہوں کے لیے
پھول چنتی رہی' چنتی رہی'چنتی ہی رہی

برف برسائی مرے ذہن و تصور نے مگر
دل میں اک شعلہ بے نام سا لہرا ہی گیا
تیری چپ چاپ نگاہوں کو سلگتے پاکر
میری بیزار طبیعت کو بھی پیار آ ہی گیا

اپنی بدلی ہوئی نظروں کے تقاضے نہ چھپا
میں اس انداز کا مفہوم سمجھ سکتا ہوں
تیرے زر کار دریچوں کی بلندی کی قسم
اپنے اقدام کا مقسوم سمجھ سکتا ہوں

اب نہ ان اونچے مکانوں میں قدم رکھوں گا
میں نے اک بار یہ پہلے بھی قسم کھائی تھی
اسی سرمایہ و افلاس کے دوراہے پر
زندگی پہلے بھی شرمائی تھی، جھنجھلائی تھی

خوبصورت موڑ

چلو اک بار پھر سے اجنبی بن جائیں ہم دونوں
نہ میں تم سے کوئی امید رکھوں دل نوازی کی
نہ تم میری طرف دیکھو غلط انداز نظروں سے
نہ میرے دل کی دھڑکن لڑکھڑائے میری باتوں سے
نہ ظاہر ہو تمہاری کشمکش کا راز نظروں سے

تمہیں بھی کوئی الجھن روکتی ہے پیش قدمی سے
مجھے بھی لوگ کہتے ہیں کہ یہ جلوے پرائے ہیں
میرے ہمراہ بھی رسوائیاں ہیں میرے ماضی کی!
تمہارے ساتھ بھی گزری ہوئی راتوں کے سائے ہیں

تعارف روگ ہو جائے تو اس کا بھولنا بہتر
تعلق بوجھ بن جائے تو اس کا توڑنا اچھا
وہ افسانہ جسے انجام تک لانا نہ ہو ممکن
اسے اک خوبصورت موڑ دے کر چھوڑنا اچھا

چلو اک بار پھر سے اجنبی بن جائیں ہم دونوں

ایک تصویرِ رنگ

میں نے جس وقت تجھے پہلے پہل دیکھا تھا
تو جوانی کا کوئی خواب نظر آتی تھی
حسن کا نغمہ جاوید ہوئی تھی معلوم
عشق کا جذبہ بے تاب نظر آتی تھی

اے طرب زار جوانی کی پریشاں تتلی
تو بھی اک بوئے گرفتار ہے ' معلوم نہ تھا
تیرے جلووں میں بہاریں نظر آتی تھیں مجھے
تو ستم خوردۂ ادبار ہے' معلوم نہ تھا!

تیرے نازک سے پروں پر یہ زر و سیم کا بوجھ
تیری پرواز کو آزاد نہ ہونے دے گا
تو نے راحت کی تمنا میں جو غم پالا ہے
وہ تیری روح کو ' آباد نہ ہونے دے گا

دن کی تزئین فسردہ کا اثاثہ لے کر
شوخ راتوں کی مسرت کا لہو بیچا ہے
تو نے سرمائے کی چھاؤں میں پنپنے کے لیے
اپنے دل ' اپنی محبت کا لہو بیچا ہے

زخم خوردہ ہیں تخیل کی اڑانیں تیری
تیری گیتوں میں تری روح کے غم پلتے ہیں
سرمگیں آنکھوں میں یوں حسرتیں لو دیتی ہیں
جیسے ویران مزاروں پہ دیئے جلتے ہیں

اس سے کیا فائدہ ' رنگین لبادوں کے تلے
روح جلتی رہے ' گھلتی رہے پژمردہ رہے
ہونٹ ہنستے ہوں دکھاوے کے تبسم کے لیے
دل غم زیست سے بوجھل رہے ' آزردہ رہے

دل کی تسکیں بھی ہے آسائش ہستی کی دلیل
زندگی صرف زر و سیم کا پیمانہ نہیں
زیست احساس بھی ہے ' شوق بھی ہے درد بھی ہے
صرف انفاس کی ترتیب کا افسانہ نہیں

عمر بھر رینگتے رہنے سے کہیں بہتر ہے
ایک لمحہ جو تری روح میں وسعت بھر دے
ایک لمحہ جو ترے گیت کو شوخی دے دے
ایک لمحہ جو تری لے میں مسرت بھر دے

نورجہاں کے مزار پر

پہلوئے شاہ میں یہ دخترِ جمہور کی قبر
کتنے گم گشتہ فسانوں کا پتہ دیتی ہے
کتنے خوں ریز حقائق سے اٹھاتی ہے نقاب
کتنی کچلی ہوئی جانوں کا پتہ دیتی ہے

کیسے مغرور شہنشاہوں کی تسکیں کے لیے
سالہا سال حسیناؤں کے بازار لگے
کیسے بہکی ہوئی نظروں کے تعیش کے لیے
سرخ محلوں میں جواں جسموں کے انبار لگے

کیسے ہر شاخ سے منہ بند، مہکتی کلیاں
نوچ لی جاتی ہیں تزئینِ حرم کی خاطر
اور مرجھا کے بھی آزاد نہ ہو سکتی تھیں
ظلِ سبحانی کی الفت کے بھرم کی خاطر

کیسے اک فرد کے ہونٹوں کی ذرا سی جنبش
سرد کر سکتی تھی بے لوث وفاؤں کے چراغ
لوٹ سکتی تھی دمکتے ہوئے ماتھوں کا سہاگ
توڑ سکتی تھی مئے عشق سے لبریز ایاغ

سہمی سہمی سی فضاؤں میں یہ ویراں مرقد
اتنا خاموش ہے، فریاد کناں ہو جیسے
سرد شاخوں میں ہوا چیخ رہی ہے ایسے
روحِ تقدیس و وفا مرثیہ خواں ہو جیسے

تو میری جان! مجھے حیرت و حسرت سے نہ دیکھ
ہم میں کوئی بھی جہاں نور و جہانگیر نہیں
تو مجھے چھوڑ کے ' ٹھکرا کے بھی جا سکتی ہے
تیرے ہاتھوں میں مرے ہاتھ ہیں ' زنجیر نہیں

مادام

آپ بے وجہ پریشان سی کیوں ہیں مادام
لوگ کہتے ہیں تو پھر ٹھیک ہی کہتے ہوں گے
میرے احباب نے تہذیب نہ سیکھی ہوگی
میرے ماحول میں انسان نہ رہتے ہوں گے

نور سرمایہ سے ہے روئے تمدن کی جلا!
ہم جہاں ہیں ' وہاں تہذیب نہیں پل سکتی!
مفلسی حس لطافت کو مٹا دیتی ہے
بھوک ' آداب کے سانچوں میں نہیں ڈھل سکتی

لوگ کہتے ہیں تو لوگوں پہ تعجب کیسا!
سچ تو کہتے ہیں کہ ناداروں کی عزت کیسی!
لوگ کہتے ہیں --- مگر آپ ابھی تک چپ ہیں
آپ بھی کہیئے غریبوں میں شرافت کیسی!

نیک مادام! بہت جلد وہ دور آئے گا
جب ہمیں زیست کے ادوار پرکھنے ہوں گے
اپنی ذلت کی قسم ' آپ کی عظمت کی قسم
ہم کو تعظیم کے معیار پرکھنے ہوں گے

ہم نے ہر دور میں تذلیل سہی ہے لیکن
ہم نے ہر دور کے چہرے کو ضیا بخشی ہے
ہم نے ہر دور میں محنت کے ستم جھیلے ہیں
ہم نے ہر دور کے ہاتھوں کو حنا بخشی ہے

لیکن ان تلخ مباحث سے بھلا کیا حاصل
لوگ کہتے ہیں تو پھر ٹھیک ہی کہتے ہوں گے
میرے احباب نے تہذیب نہ سیکھی ہوگی
میں جہاں ہوں' وہاں انسان نہ رہتے ہوں گے

آواز آدم

دبے گی کب تلک آواز آدم ہم بھی دیکھیں گے
رکیں گے کب تلک جذبات برہم ہم بھی دیکھیں گے
چلو یوں ہی سہی یہ جور پیہم' ہم بھی دیکھیں گے
در زنداں سے دیکھیں' یاعروج دار سے دیکھیں
تمہیں رسوا سر بازار عالم ' ہم بھی دیکھیں گے
ذرا دم لو مال شوکت جم ' ہم بھی دیکھیں گے
بہ زعم قوت فولاد و آہن ' دیکھ لو تم بھی
بہ فیض جذبہ ایمان محکم ' ہم بھی دیکھیں گے
جبین کج کلاہی خاک پر خم ' ہم بھی دیکھیں گے
مکافات عمل' تاریخ کہنہ کی روایت ہے
کرو گے کب تلک ناوک فراہم ' ہم بھی دیکھیں گے
کہاں تک ہے تمہارے ظلم میں دم ہم بھی دیکھیں گے
یہ ہنگام وداع شب ہے' اے ظلمت کے فرزندو
سحر کے دوش پر گلنار پرچم ' ہم بھی دیکھیں گے
تمہیں بھی دیکھنا ہو گا یہ عالم ' ہم بھی دیکھیں گے

اے شریف انسانو

جنگ مشرق میں ہو کہ مغرب میں
امن عالم کا خون ہے آخر
خون اپنا ہو یا پرایا ہو!
نسل آدم کا خون ہے آخر

بم گھروں پر گریں کہ سرحد پر
روح تعمیر زخم کھاتی ہے
کھیت اپنے جلیں کہ اوروں کے
زیست فاقوں سے تلملاتی ہے

ٹینک آگے بڑھیں کہ پیچھے ہٹیں
کوکھ دھرتی کی بانجھ ہوتی ہے!
فتح کا جشن ہو کہ ہار کا سوگ
زندگی میتوں پہ روتی ہے

جنگ تو خود ہی ایک مسئلہ ہے
جنگ کیا مسئلوں کا حل دے گی
آگ اور خون آج بخشے گی
بھوک اور احتیاج کل دے گی

اس لیے اے شریف انسانو!
جنگ ٹلتی رہے تو بہتر ہے
آپ اور ہم سبھی کے آنگن میں
شمع جلتی رہے تو بہتر ہے

برتری کے ثبوت کی خاطر
خوں بہانا ہی کیا ضروری ہے
گھر کی تاریکیاں مٹانے کو
گھر جلانا ہی کیا ضروری ہے

جنگ کے اور بھی تو میداں ہیں
صرف میدان کشت و خوں ہی نہیں
حاصل زندگی خرد بھی ہے
حاصل زندگی جنوں ہی نہیں

آؤ تعمیر عصر نو کے لیے!
اک نئی طرز فکر عام کریں!
امن اور جنگ ساتھ چلیں
ایسی جنگوں کا اہتمام کریں!

جنگ وحشت سے بربریت سے
امن تہذیب وارتقاء کے لیے
جنگ ایٹم کی سازشوں کے خلاف
امن انسان کی بقاء کے لیے

جنگ افلاس سے جہالت سے
امن بہتر نظام کی خاطر
جنگ بھٹکی ہوئی قیادت سے
امن سادہ عوام کی خاطر

جنگ جنگوں کے فلسفے کے خلاف
امن پُرامن زندگی کے لیے
جنگ سرمائے کے تسلط سے
امن پُرامن زندگی کے لیے

خون پھر خون ہے

ظلم پھر ظلم ہے بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے
خون پھر خون ہے ٹپکے گا تو جم جائے گا

خاک صحرا پہ جمے یا کفِ قاتل پہ جمے
فرقِ انصاف پہ یا پائے سلاسل پہ جمے
تیغِ بیداد پہ یا لاشۂ بسمل پہ جمے
خون پھر خون ہے ٹپکے گا تو جم جائے گا

لاکھ بیٹھے کوئی چھپ چھپ کے کمیں گاہوں میں
خون خود دیتا ہے جلادوں کے مسکن کا سراغ
سازشیں لاکھ اڑاتی رہیں ظلمت کے نقاب
لے کے ہر بوند نکلتی ہے ہتھیلی پہ چراغ

ظلم کی قسمت ناکارہ و رسوا سے کہو
جبر کی حکمتِ پر کار کے ایما سے کہو
محمل مجلس اقوام کی لیلیٰ سے کہو
خون دیوانہ ہے دامن پہ لپک سکتا ہے
شعلہ تند ہے خرمن پہ لپک سکتا ہے

تم نے جس خون کو مقتل میں چھپانا چاہا
آج وہ کوچہ و بازار میں آ نکلا ہے
کہیں شعلہ، کہیں نعرہ، کہیں پتھر بن کر

خون چلتا ہے تو رکتا نہیں سنگینوں سے
سر اٹھاتا ہے تو دبتا نہیں آئینوں سے
ظلم کی بات ہی کیا، ظلم کی اوقات ہی کیا
ظلم بس ظلم ہے آغاز سے انجام تلک

خون پھر خون ہے سو شکل بدل سکتا ہے
ایسی شکلیں کہ مٹاؤ تو مٹائے نہ بنے
ایسے شعلے کہ بجھاؤ تو بجھائے نہ بنے
ایسے نعرے کہ دباؤ تو دبائے نہ بنے

(کانگو (زائرے) کے وزیراعظم پیٹرک لومبا کے قتل پر کہی گئی)

جشن غالب

اکیس برس گزرے آزادی کامل کو
تب جا کے کہیں ہم کو غالب کا خیال آیا
تربت ہے کہاں اس کی، مسکن تھا کہاں اس کا؟
اب اپنے سخن پرور ذہنوں میں سوال آیا

سو سال سے جو تربت چادر کو ترستی تھی
اب اس پہ عقیدت کے پھولوں کی نمائش ہے
اردو کے تعلق سے کچھ بھید نہیں کھلتا
یہ جشن، یہ ہنگامہ، خدمت ہے کہ سازش ہے

جن شہروں میں گونجی تھی غالب کی نوا برسوں
ان شہروں میں اب اردو بے نام و نشاں ٹھہری
آزادی کامل کا اعلان ہوا جس دن!
معتوب زباں ٹھہری، غدار زباں ٹھہری

جس عہد سیاست نے یہ زندہ زباں کچلی
اس عہد سیاست کو مرحوموں کا غم کیوں ہے؟
غالب جسے کہتے ہیں، اردو ہی کا شاعر تھا
اردو پہ ستم ڈھا کر غالب پہ کرم کیوں ہے؟

کچھ لوگوں کی کوشش ہے کچھ لوگ بہل جائیں
جو وعدہ فردا پر اب ٹل نہیں سکتے تھے
ممکن ہے کہ کچھ عرصہ اس جشن سے ٹل جائیں

یہ جشن مبارک ہو ' پر یہ بھی صداقت ہے
ہم لوگ حقیقت کے احساس سے عاری ہیں
گاندھی ہو کہ غالب ہو' انصاف کی نظروں میں
ہم دونوں کے قاتل ہیں ' دونوں کے پجاری ہیں

کسی کو اداس دیکھ کر

تمہیں اداس سی پاتا ہوں میں کئی دن سے
نہ جانے کون سے صدمے اٹھا رہی ہو تم
وہ شوخیاں ' وہ تبسم ' وہ قہقہے نہ رہے
ہر ایک چیز کو حسرت سے دیکھتی ہو تم
چھپا چھپا کے خموشی میں اپنی بے چینی
خود اپنے راز کی تشہیر بن گئی ہو تم

مری امید اگر مٹ گئی تو مٹنے دو
امید کیاہے بس اک پیش و پس ہے کچھ بھی نہیں
مری حیات کی غمگینوں کا غم نہ کرو
غم حیات ' غم یک نفس ہے کچھ بھی نہیں
تم اپنے حسن کی رعنائیوں پہ رحم کرو
وفا فریب ہے 'طول ہوس ہے کچھ بھی نہیں

مجھے تمہارے تغافل سے کیوں شکایت ہو
مری فنا مرے احساس کا تقاضا ہے!
میں جانتا ہوں کہ دنیا کا خوف ہے تم کو
مجھے خبر ہے یہ دنیا عجیب دنیا ہے
یہاں حیات کے پردے میں موت پلتی ہے
شکست ساز کی آواز روح نغمہ ہے

مجھے تمہاری جدائی کا کوئی رنج نہیں
میرے خیال کی دنیا میں میرے پاس ہو تم
یہ تم نے ٹھیک کہا ہے تمہیں ملا نہ کروں
خفا نہ ہونا مری جرات تخاطب پر
تمہیں خبر ہے مری زندگی کی آس ہو تم
مرا تو کچھ بھی نہیں ہے میں روکے جی لوں گا
مگر خدا کے لیے تم اسیر غم نہ رہو
ہوا ہی کیا جو زمانے نے تم کو چھین لیا
یہاں پہ کون ہوا ہے کسی کا ' سوچو تو
مجھے قسم ہے مری دکھ بھری جوانی کی
میں خوش ہوں میری محبت کے پھول ٹھکرا دو

میں اپنی روح کی ہر اک خوشی مٹا لوں گا
مگر تمہاری مسرت مٹا نہیں سکتا
میں خود کو موت کے ہاتھوں میں سونپ سکتا ہوں
مگر یہ بار مصائب اٹھا نہیں سکتا
تمہارے غم کے سوا اور بھی تو غم ہیں مجھے
نجات جن سے میں اک لحظہ پا نہیں سکتا

یہ اونچے اونچے مکانوں کی ڈیوڑھیوں کے تلے
ہر ایک گام پہ بھوکے بھکاریوں کی صدا
ہر ایک گھر میں یہ افلاس اور بھوک کا شور
ہر ایک سمت یہ انسانیت کی آہ و بکا
یہ کارخانوں میں لوہے کا شور و غل جس میں
ہے دفن لاکھوں غریبوں کی روح کا نغمہ!
یہ شاہراہوں پہ رنگین ساریوں کی جھلک
یہ جھونپڑوں میں غریبوں کے بے کفن لاشے
یہ مال روڈ پہ کاروں کی ریل پیل کا شور
یہ پٹڑیوں پہ غریبوں کے زرد رو بچے

گلی گلی میں یہ بکتے ہوئے جواں چہرے
حسین آنکھوں میں افسردگی سی چھائی ہوئی
یہ جنگ اور یہ میرے وطن کے شوخ جواں
خریدی جاتی ہیں اٹھتی جوانیاں جن کی
یہ بات بات پہ قانون و ضابطے کی گرفت
یہ ذلتیں ، یہ غلامی ، یہ دور مجبوری
یہ غم بہت ہیں مری زندگی مٹانے کو
اداس رہ کے مرے دل کو اور رنج نہ دو

خودکشی سے پہلے

اف یہ بیدرد سیاہی' یہ ہوا کے نوحے
کس کو معلوم ہے اس شب کی سحر ہو کہ نہ ہو
اک نظر تیرے دریچے کی طرف دیکھ تو لوں
ڈوبتی آنکھوں میں پھر تابِ نظر ہو کہ نہ ہو

ابھی روشن ہیں ترے گرم شبستان کے دیے
نیلگوں پردوں سے چھنتی ہیں شعاعیں ابتک
اجنبی بانہوں کے حلقے میں لچکتی ہوں گی
تیرے مہکے ہوئے بالوں کی ردائیں ابتک

سرد ہوتی ہوئی بتی کے دھوئیں کے ہمراہ
ہاتھ پھیلائے بڑھے آتے ہیں بوجھل سائے
کون پونچھے مری آنکھوں کے سلگتے آنسو
کون الجھے ہوئے بالوں کی گرہ سلجھائے

آہ یہ غار ہلاکت ' یہ دیے کا محبس
عمر اپنی انہی تاریک مکانوں میں کٹی
زندگی فطرت بے حس کی پرانی تقصیر
اک حقیقت تھی مگر چند فسانوں میں کٹی

کتنی آسائشیں ہنستی رہیں ایوانوں میں
کتنے در میری جوانی پہ سدا بند رہے
کتنے ہاتھوں نے بنا اطلس و کمخواب مگر
میرے ملبوس کی تقدیر میں پیوند رہے

ظلم سہتے ہوئے انسانوں کے اس مقتل میں
کوئی فردا کے تصور سے کہاں تک بہلے
عمر بھر رینگتے رہنے کی سزا ہے جینا
ایک دو دن کی اذیت ہو تو کوئی سہہ لے

وہی ظلمت ہے فضاؤں پہ ابھی تک طاری
جانے کب ختم ہو انساں کے لہو کی تقطیر
جانے کب نکھرے سیہ پوش فضا کا جوبن
جانے کب جاگے ستم خوردہ بشر کی تقدیر

ابھی روشن ہیں ترے گرم شبستاں کے دیے
آج میں موت کے غاروں میں اتر جاؤں گا
اور دم توڑتی بتی کے دھوئیں کے ہمراہ
سرحد مرگ مسلسل سے گزر جاؤں گا

گریز

مرا جنون وفا ہے زوال آمادہ
شکست ہو گیا تیرا فسون زیبائی
ان آرزوؤں پہ چھائی ہے گرد مایوسی
جنہوں نے تیرے تبسم میں پرورش پائی
فریب شوق کے رنگیں طلسم ٹوٹ گئے
حقیقتوں نے حوادث سے پھر جلا پائی
سکون و خواب کے پردے سرکتے جاتے ہیں
دماغ و دل میں ہے وحشت کی کارفرمائی
وہ تارے جن میں محبت کا نور تاباں تھا
وہ تارے ڈوب گئے لے کے رنگ و رعنائی
سلا گئی تھیں جنہیں تیری ملتفت نظریں
وہ درد جاگ اٹھے پھر سے لے کے انگڑائی
عجیب عالم افسردگی ہے رو بہ فروغ!
نہ اب نظر کو تقاضا نہ دل تمنائی
تری نظر، ترے گیسو، تری جبیں، ترے لب
مری اداس طبیعت ہے سب سے اکتائی
میں زندگی کے حقائق سے بھاگ آیا تھا
کہ مجھ کو خود میں چھپا لے تری فسوں زائی
مگر یہاں بھی تعاقب کیا حقائق نے
یہاں بھی مل نہ سکی جنت شکیبائی
ہر ایک ہاتھ میں لے کر ہزار آئینے
حیات، بند دریچوں سے بھی گزر آئی
مرے ہر ایک طرف ایک شور گونجا اٹھا
اور اس میں ڈوب گئی عشرتوں کی شہنائی

کہاں تک کوئی زندہ حقیقتوں سے بچے
کہاں تک کرے چھپ چھپ کے نغمہ پیرائی
وہ دیکھ سامنے کے پرشکوہ ایواں سے
کسی کرائے کی لڑکی کی چیخ ٹکرائی !
وہ پھر سماج نے دو پیار کرنے والوں کو
سزا کے طور پہ بخشی طویل تنہائی !
پھر ایک تیرہ و تاریک جھونپڑی کے تلے
سسکتے بچے پہ بیوہ کی آنکھ بھر آئی
وہ پھر بکی کسی مجبور کی جواں بیٹی!
وہ پھر جھکا کسی در پہ غرور برنائی
وہ پھر کسانوں کے مجمع پہ گن مشینوں سے
حقوق یافتہ طبقے نے آگ برسائی
سکوت حلقہ زنداں سے ایک گونج اٹھی
اور اس کے ساتھ مرے ساتھیوں کی یاد آئی
نہیں نہیں، مجھے یوں ملتفت نظر سے نہ دیکھ
نہیں نہیں، مجھے اب تاب نغمہ پیرائی
مرا جنون وفا ہے زوال آمادہ
شکست ہو گیا تیرا فسون زیبائی

جاگیر

پھر اسی وادی شاداب میں لوٹ آیا ہوں
جس میں پنہاں مرے خوابوں کی طرب گاہیں ہیں،
مرے احباب کے سامان تعیش کے لیے
شوخ سینے ہیں، جواں جسم، حسیں بانہیں ہیں

سبز کھیتوں میں یہ دبکی ہوئی دوشیزائیں
ان کی شریانوں میں کس کس کا لہو جاری ہے
کس میں جرات ہے کہ اس راز کی تشہیر کرے
سب کے لب پر مری ہیبت کا فسوں طاری ہے

ہائے وہ گرم دلاویز ابلتے سینے!
جن سے ہم سطوت آبا کا صلہ لیتے ہیں
جانے ان مرمریں جسموں کو یہ مریل دہقاں
کیسے ان تیرہ گھروندوں میں جنم دیتے ہیں

یہ لہکتے ہوئے پودے ' یہ دمکتے ہوئے کھیت
پہلے اجداد کی جاگیر تھے ' اب میرے ہیں
یہ چراگاہ ' یہ ریوڑ ' یہ مویشی ' یہ کساں
سب کے سب میرے ہیں' سب میرے ہیں سب میرے ہیں

ان کی محنت بھی مری ' حاصل محنت بھی مرا
ان کے بازو بھی مرے ' قوت بازو بھی مری
میں خداوند ہوں اس وسعت بے پایاں کا
موج عارض بھی مری ' نکہت گیسو بھی مری

میں ان اجداد کا بیٹا ہوں جنہوں نے پیہم
اجنبی قوم کے سائے کی حمایت کی ہے
غدر کی ساعت ناپاک سے لے کر اب تک
ہر کڑے وقت میں سرکار کی خدمت کی ہے

خاک پر رینگنے والے یہ فسردہ ڈھانچے
ان کی نظریں کبھی تلوار بنی ہیں نہ بنیں !
ان کی غیرت پہ ہر اک ہاتھ جھپٹ سکتا ہے
ان کے ابرو کی کمانیں نہ تنی ہیں نہ تنیں

ہائے یہ شام ' یہ جھرنے ' یہ شفق کی لالی
میں ان آسودہ فضاؤں میں ذرا جھوم نہ لوں
وہ دبے پاؤں ادھر کون چلی جاتی ہے
بڑھ کے اس شوخ کے ترشے ہوئے لب چوم نہ لوں

لھونذر دے رہی ہے حیات

مرے جہاں میں سمن زار ڈھونڈنے والے
یہاں بہار نہیں ' آتشیں بگولے ہیں
دھنک کے رنگ نہیں ' سرمئی فضاؤں میں
افق سے تابہ افق پھانسیوں کے جھولے ہیں
پھر ایک منزل خوں بار کی طرف ہیں رواں
وہ رہنما جو کئی بار راہ بھولے ہیں
بلند دعوئ جمہوریت کے پردے میں
فروغ مجلس و زنداں ہے ' تازیانے ہیں
بنام امن ہیں جنگ و جدل کے منصوبے
بہ شور عدل ' تفاوت کے کارخانے ہیں
دلوں پہ خوف کے پہرے ' لبوں پہ قفل سکوت
سروں پہ گرم سلاخوں کے شامیانے ہیں
مگر مٹے ہیں کہیں جبر اور تشدد سے
وہ فلسفے کہ جلا دے گئے دماغوں کو

کوئی سپاہ ستم پیشہ چور کر نہ سکی
بشر کی جاگی ہوئی روح کے ایاغوں کو
قدم قدم پہ لہو نذر دے رہی ہے حیات
سیاہیوں سے الجھتے ہوئے چراغوں کو
رواں ہے قافلۂ ارتقائے انسانی
نظام آتش و آہن کا دل ہلائے ہوئے
بغاوتوں کے دہل بج رہے ہیں چار طرف
نکل رہے ہیں جواں مشعلیں جلائے ہوئے
تمام ارض جہاں کھولتا سمندر ہے
تمام کوہ و بیاباں ہیں تلملائے ہوئے
مری صدا کو دبانا تو خیر ممکن ہے
مگر حیات کی للکار کون روکے گا؟
فصیل آتش و آہن بہت بلند سہی
بدلتے وقت کی رفتار کون روکے گا
نئے خیال کی پرواز روکنے والو!
نئے عوام کی تلوار کون روکے گا
پناہ دیتا ہے جن مجلسوں کو تیرہ نظام
وہیں سے صبح کے لشکر نکلنے والے ہیں
ابھر رہے ہیں فضاؤں میں احمریں پرچم
کنارے مشرق و مغرب کے ملنے والے ہیں
ہزار برق گرے، لاکھ آندھیاں اٹھیں
وہ پھول کھل کے رہیں گے جو کھلنے والے ہیں

گاندھی ہو یا غالب ہو

گاندھی ہو یا غالب ہو
ختم ہوا دونوں کا جشن
آؤ انہیں اب کر دیں دفن

ختم کرو تہذیب کی بات
بند کرو کلچر کا شور
ستیہ، اہنسا سب بکواس
ہم بھی قاتل، تم بھی چور
ختم ہوا دونوں کا جشن
آؤ انہیں اب کر دیں دفن

وہ بستی وہ گاؤں ہی کیا
جس میں ہریجن ہو آزاد
وہ قصبہ وہ شہر ہی کیا
جو نہ بنے احمد آباد
ختم ہوا دونوں کا جشن
آؤ انہیں اب کر دیں دفن

گاندھی ہو یا غالب ہو
دونوں کا کیا کام یہاں
اب کے برس بھی قتل ہوئی
ایک کی شکستا، اک کی زباں
ختم ہوا دونوں کا جشن
آؤ انہیں اب کر دیں دفن

شکست زنداں

چینی شاعر "یانگ سو" کے نام--- جس نے چیانگ کائی
شیک کی جیل میں لکھا:--- "بیس سال قید"

"کاغذ" کے ایک پرزے پر لکھے ہوئے چند الفاظ کی بنا پر ہو سکتا ہے کہ میں بیس سال تک سورج کی شکل نہ دیکھ سکوں، لیکن کیا یہ تمہارا فرسودہ نظام جو لمحہ بہ لمحہ بجلی کی تیزی کے ساتھ موت کی طرف بڑھ رہا ہے۔ بیس سال تک زندہ رہ سکے گا؟"

خبر نہیں کہ بلا خانہ سلاسل میں
تری حیات ستم آشنا پہ کیا گزری
خبر نہیں کہ نگار سحر کی حسرت میں
تمام رات چراغ وفا پہ کیا گزری

مگر وہ دیکھ فضا میں غبار سا اٹھا
وہ تیرے سرخ جوانوں کے راہوار آئے
نظر اٹھا کہ وہ تیرے وطن کے محنت کش
گلے سے کہنہ غلامی کا طوق اتار آئے

افق پہ صبح بہاراں کی آمد آمد ہے
فضا میں سرخ پھریروں کے پھول کھلتے ہیں
زمین خندہ بلب ہے شفیق ماں کی طرح
کہ اس کی گود میں بچھڑے رفیق ملتے ہیں